دعا کرنے کا طریق اور
حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹/ اگست ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل قرآنی آیات تلاوت کیں:

كٓهٰيٰعٓصٓ ۚ﴿٢﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۚ﴿٣﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ
نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ
شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٥﴾ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ
مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ
وَلِيًّا ۙ﴿٦﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٧﴾
يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ
مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ
امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٩﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ
قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿١٠﴾
(مریم: ۲-۱۰)

اور پھر فرمایا:

سائل اور مسئول کا آپس میں ایک تعلق ہوتا ہے اور اس تعلق کا اصول طے کرنا سائل کا کام نہیں بلکہ مسئول کا کام ہے. Beggars are never chooser. مانگنے والوں کو تو کبھی بھی کوئی اختیار نہیں ہوا کرتا۔ نہ تو انہیں اس امر کا اختیار رہوتا ہے کہ وہ کیا مانگیں، کیسے مانگیں اور کس ادا سے مانگیں۔ کیا مانگیں تو انہیں عطا ہوگا اور کیسے مانگیں تو عطا نہیں ہوگا۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ جو وہ مانگیں انہیں لازماً دیا جائے ان امور کا فیصلہ تو مسئول کیا کرتا ہے۔

قرآن کریم نے جہاں یہ حکم دیا کہ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مومن:۶۱) کہ مجھ سے مانگا کرو تو میں تمہیں ضرور عطا کیا کروں گا وہاں ساتھ اصول بھی بتا دیئے اور یہ بھی فرما دیا کہ میں کس قسم کی باتیں پسند کرتا ہوں اور مجھے کون کون سی ادائیں اچھی لگتی ہیں اور میں نے گزشتہ مانگنے والے لوگوں کی اداؤں پر کس طرح پیار کی نظر ڈالی تھی۔ پس اگر تم بھی وہ راستے اختیار کرو تو تمہیں بھی عطا کیا جائے گا کیونکہ میں تو وہی خدا ہوں جس نے گزشتہ لوگوں کو بھی انعام سے نوازا۔ قرآن کریم کا یہ بہت عظیم الشان احسان ہے کہ اس نے ہمارے لئے سابقہ انبیاء اور بعض غیر انبیاء کی تمام وہ دعائیں محفوظ کر دیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند آئیں۔ ان کا ذکر قرآن کریم نے اس طرح فرمایا کہ جیسے بہت مدت سے ایک بڑی ہی پیاری چیز اپنے کسی عزیز کے لئے سنبھال رکھی ہو۔ جب بھی کسی دعا کرنے والے نے کسی خاص ادا سے دعا کی تو خدا تعالیٰ نے اسے مقصود کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ جن سے سب سے زیادہ پیار کا اظہار ہونا تھا کے لئے سمیٹ کر رکھ لیا جیسے بعض مائیں اپنے بچوں سے پیار کرتی ہیں تو انہیں کوئی چھوٹی یا بڑی چیز ملے تو وہ اسے اپنے بچوں کے لئے سنبھال کر رکھ لیا کرتی ہیں۔

ہماری بڑی خالہ جان کو اپنے پوتوں یعنی سید عبداللہ شاہ صاحب کے بچوں سے بہت پیار تھا۔ جب یہ بچے پیدا ہوئے تو آپ بہت بڑی عمر کی تھیں۔ اگر چہ وہ ضرورت مند تو نہ تھیں لیکن ناممکن تھا کہ وہ کوئی اچھی چیز دیکھیں اور اسے اپنے بچوں کے لئے سمیٹ کر نہ رکھ لیں۔ بچوں کو حامی شامی کہتے تھے۔ آپ جب بھی ہمارے گھر تشریف لاتیں یا کہیں کسی دعوت پر جاتیں تو بچے انہیں چھیڑا کرتے تھے کہ خالہ جان حامی شامی کے لئے ضرور کچھ لے کر جائیں گی۔

پس جس طرح انسانوں کے حامی شامی ہوتے ہیں اسی طرح خدا کے حامی شامی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے بعض بندوں سے اتنا پیار ہوتا ہے کہ وہ ہر اچھی چیز ان کے لئے اٹھا کر رکھ

لیتا ہے۔ چنانچہ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینہ:۴) کا ایک یہ بھی مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہنے دی جو پہلے گزری ہو، باقی رکھنے کے لائق ہو اور وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا نہ فرما دی ہو۔ انہی میں انبیاء کی دعائیں بھی شامل ہیں۔ مثلاً حضرت زکریاؑ نے ایک ایسی دعا کی جس پر اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پیار آیا اور جب خدا تعالیٰ نے اس واقعہ کی خبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دی تو اس دعا کے تمام مضبوط پوائنٹس Points یعنی وہ پہلو جو اسے پسند آئے وہ بھی بیان فرمائے اور ان کی اندرونی کمزوریوں کا بھی نہایت لطیف رنگ میں ذکر فرما کر یہ مضمون ہر پہلو سے مکمل فرما دیا اور پھر آپؐ کے طفیل، وسیلہ اور آپؐ کی برکت سے وہ دعائیں اور نعمتیں ہم تک بھی پہنچیں۔

ان میں سے ایک وہ دعا ہے جو حضرت زکریاؑ نے کی اور جس کا ذکر میں نے ابھی آپ کے سامنے قرآن کریم سے تلاوت کر کے سنایا ہے۔ حضرت زکریاؑ کا مزاج اپنی لطافت کے لحاظ سے بہت ہی حیرت انگیز تھا اور انہیں مانگنے کی ادائیں بھی خوب آتی تھیں۔ جب آپ ان کی دعا غور سے پڑھیں تو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ لازماً قبول ہوئی ہوگی، ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی اسے رد کر دے۔ اگر کوئی لطیف مزاج کا مالک اور محبت کرنے والا ہو اس طرح اس سے مانگا جائے تو وہ رد نہیں کر سکتا لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسی گہرائی سے مانگا جائے جس گہرائی کے ساتھ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا مانگی۔ گہرائی کا کیسے پتہ چلے؟ آپ بھی یہ دعا مانگیں اور سمجھیں کہ ہم بھی بڑی گہرائی سے دعا کر رہے ہیں۔ درحقیقت دعا کرنے والے پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے وہ کیفیت جتنی عمیق ہو اتنا ہی زیادہ اچھی ادائیں اسے عطا ہوتی ہیں۔

پس حضرت زکریاؑ کے مزاج میں یہ باتیں پہلی ہی دفعہ آ جانا یہ بتاتا ہے کہ آپؐ کے جذبات میں بہت ہی گہرائی تھی ورنہ سطحی جذبات والا دعا کر رہا ہو تو اس کے تصور میں بھی یہ باتیں نہیں آ سکتیں جو اس وقت حضرت زکریاؑ کے تصور میں آئیں۔ آپؑ کہتے ہیں۔ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ اے اللہ میری تو ہڈیاں بھی کمزور ہو گئی ہیں یعنی ایسا بوڑھا ہو چکا ہوں کہ ہڈیوں کا گودا گھل گیا ہے اور ان میں کوئی طاقت ہی نہیں رہی۔ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا اور بال سفیدی سے بھڑک اٹھے ہیں، اتنا بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں، یہ میری عاجزی اور بڑھاپے کی کیفیت ہے لیکن باوجود اس کے میرا حوصلہ اور توکل یہ ہے کہ وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا میں تجھ سے مراد پانے سے مایوس

نہیں ہوا اور میں اپنے آپ کو ایسا بدنصیب نہیں سمجھتا کہ تجھ سے مانگوں اور تو نہ دے۔ الغرض ہر ناممکن امر سے بات شروع کرتے ہیں اور پھر (مضمون بعد میں کھلے گا) مانگ وہ رہے ہیں جو ان باتوں کے بعد بظاہر مل ہی نہیں سکتا۔ پھر اس مضمون کو ظاہر کر دیتے ہیں کہ میں کیا مانگنا چاہتا ہوں کہتے ہیں وَاِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ کہ میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہوں اور کمزوری بہت بڑھ گئی ہے اور مجھے ڈر یہ ہے کہ میرے بعد میرے شریک معاملات بگاڑ دیں گے اور جس نظام کے تحت میں نے اپنی قوم کی پرورش اور اس کی تربیت کی ہے اسے وہ تہس نہس کر دیں گے کیونکہ انہیں قوم سے وہ محبت ہی نہیں جو مجھے ہے اور انہیں تیرے دین کا ایسا خیال نہیں جیسا مجھے ہے۔ ان حالات میں مجھے بہت پریشانی ہے کہ اس پیغام کا جو میں نے اپنی قوم کو دیا تھا کیا بنے گا اور اس تربیت کا کیا ہوگا جو میں نے اپنی قوم کی کی تھی۔

بعد ازاں انہیں یہ خیال آتا ہے کہ صرف میری ہی کمزوری تو نہیں میرے فریق ثانی کی بھی تو کمزوری ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا کہ میں بڈھا کھوسٹ یعنی میں حد سے بڑھا ہوا بوڑھا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے یعنی اولاد ہونے کا کوئی دور کا بھی امکان نظر نہیں آتا، پھر بھی میں عرض کرتا ہوں کہ فَہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا کہ مجھے بیٹا عطا فرما، یَّرِثُنِیۡ وَیَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ وہ میرا بھی اور آل یعقوب کا بھی روحانی ورثہ پائے۔ ایسی اولاد نہ ہو جو بعض اوقات ورثہ پا کر ضائع کر دیتی ہے رَضِیًّا ہو۔ اے اللہ! اسے ایسا بنانا کہ وہ ہمیشہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی رہے۔

خدا تعالیٰ نے جب یہ دعا سنی تو حضرت زکریاؑ کو براہ راست خطاب فرمایا اور لفظوں کا کوئی فاصلہ درمیان میں نہیں ڈالا کہ اے محمدؐ! ہم نے جب یہ دعا سنی تو پھر ہمارا دل پسیجا اور ہم نے اس کی دعا قبول فرمالی بلکہ معاً خدا تعالیٰ (جیسے نظام کو Take over کر لیا) فرماتا ہے:

یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ

اے زکریا اس دعا کے بعد اسے رد کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ ہم تجھے ایک غلام کی خوشخبری دیتے ہیں یعنی ایک ایسے بیٹے کی جو عمر پانے والا ہوگا، اسۡمُہٗ یَحۡیٰی اس کا نام بھی یحییٰ رکھتے ہیں، لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا جیسی تیری دعا بڑی انوکھی اور منفرد تھی ویسے ہی تیرا بیٹا بھی منفرد اور انوکھا نام پانے والا ہے، ہم نے اس

سے پہلے کبھی کسی کو یہ نام نہیں دیا۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ حضرت زکریاؑ کی اندرونی کمزوری کا نہایت ہی لطیف رنگ میں ذکر فرماتا ہے کہ انسان کیسے ہی اخلاص سے دعائیں کرے پھر بھی اس میں کمزوری کا کوئی نہ کوئی پہلو باقی رہ جاتا ہے۔ ابھی حضرت زکریاؑ یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا! میرا یقین اور توکل دیکھ کہ ان سب باتوں کے باوجود میں مانگ رہا ہوں اور جب ہم نے عطا کر دیا تو کہنے لگے یہ کیسے ہوگا! اگر اتنا ہی یقین تھا تو پھر یہ سوال کیسے کر دیا؟ حضرت زکریاؑ نے فوراً کہا رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ اے اللہ! میرے ہاں کیسے بیٹا ہو سکتا ہے وَّ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا میری بیوی بانجھ وَّ قَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡکِبَرِ عِتِیًّا اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں۔ یہ دونوں ایک ہی شخص کی باتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ اگرچہ میرا یہ حال ہو گیا ہے لیکن سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں مایوس ہو جاؤں، مجھے تیری ذات پر پورا توکل، یقین اور عزم ہے کہ تو ضرور عطا فرمائے گا اور جب مراد مل گئی تو گھبرا گئے اور پھر اچانک وہ توہمات اور اندرونی شکوک شبہات جو انسان کو ہمیشہ مبتلا رکھتے ہیں جاگ اٹھے کہ اے خدا! کیا واقعی اتنا بڑا کام ہو ہی جانا تھا۔ مانگ تو میں رہا تھا اب مل گیا ہے تو یقین نہیں آ رہا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ کَذٰلِکَ ۚ قَالَ رَبُّکَ ہاں! تیرے رب نے یہی تو کہا ہے کیا تو سن نہیں رہا یہ تو اسی طرح ہوگا۔ ابھی تو کہہ رہا تھا کہ تیرے لئے سب کچھ آسان ہے ہُوَ عَلَیَّ ہَیِّنٌ ہاں واقعی مجھ پر یہ آسان ہے اور مزید ثبوت یہ ہے کہ وَّ قَدۡ خَلَقۡتُکَ مِنۡ قَبۡلُ وَ لَمۡ تَکُ شَیۡئًا کہ میں نے تجھے اس حال میں پیدا کیا کہ تو کچھ تھا ہی نہیں۔ وہ مشکل کام تھا یا یہ؟ گویا دلیل بھی ایسی دی جو انسانی دل اور عقل کو اس کی گہرائی تک مطمئن کرتی چلی جائے۔

پس یہ ایک ایسی دعا ہے جو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں محفوظ فرمائی اور جب آنحضرت ﷺ کو اس سے مطلع فرمایا تو وہاں یہ نہیں فرمایا کہ وَاذۡکُرۡ رَحۡمَتَ رَبِّ زَکَرِیَّا بلکہ یہ فرمایا کہ ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا اے محمدؐ! پہلے وہ تیرا رب ہے جس نے حضرت زکریاؑ کو عطا فرمایا تھا وہ رب جو نہیں یہ سب کچھ دے سکتا ہے وہ سب سے زیادہ تجھ سے پیار کرنے والا ہے اس لئے تو یا تیری امت جب اس طرح دعائیں مانگیں گے تو کیسے ممکن ہے کہ وہ خدا تمہیں عطا نہ کرے۔

پس یہ آیات دعا کا عظیم الشان مضمون بیان کر رہی ہیں اور امت محمدیہ کو کتنا بڑا حوصلہ عطا

کرتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی بعض آیات میں نے منتخب کی ہیں کہ وقتاً فوقتاً آپ کے سامنے رکھتا رہوں تا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا پیار بھرا مزاج سمجھ آئے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ سائل اور مسئول میں ایک تعلق ہوتا ہے۔ وہ تعلق کیسا ہونا چاہئے اسے مسئول طے کرے گا نہ کہ سائل۔ اگر سائل بدتمیزی سے دعا کرتا ہے تو مسئول اسے ماننے کا ہرگز پابند نہیں ہے۔ مسئول کا ایک اپنا مزاج ہے، اس کی اپنی اندرونی سرشت ہے، اسے تو وہی چابی لگے گی جو اس کے مزاج کے مطابق ہو، اسے کسی دوسرے تالے کی چابی تو نہیں لگ سکتی۔

پس اللہ تعالیٰ نے مختلف وقتوں کی دعائیں محفوظ کر کے مختلف حالات کے ساتھ انہیں منسلک کر دیا ہے یعنی یہ نہیں کہ ہمیشہ ایک ہی طریق رہے گا بلکہ قرآن کریم فرماتا ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ۞ (الرحمٰن: ۳۰) تم نہ سمجھنا کہ اب ایک دعا کا طریق آ گیا تو تمہاری سب دعائیں قبول ہو جائیں گی وہ تو شان بدلتا رہتا ہے۔ دیکھو! اس دنیا میں موسم اور حالات بدلتے رہتے ہیں اس کے علاوہ تمہارے مزاج اور صبح وشام کے حالات بھی بدلتے رہتے ہیں اس لئے تمہیں اپنے رب قدیر سے متعلق پوری طرح واقفیت ہونی چاہئے چنانچہ اس نے ہر موقعہ اور ہر حال کی دعا الگ الگ سکھائی ہوئی ہے۔

پس آج میں نے یہ دعا اس لئے بتائی ہے کہ میں آپ کو دعا کی ایک تحریک کرنا چاہتا ہوں اور یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے بڑے پیار، محبت، یقین، حوصلہ اور توکل کے ساتھ اس طرح دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ رحمت کے ساتھ آپ کی طرف مائل ہونے پر مجبور ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کو مجبور تو نہیں کیا جا سکتا لیکن بعض اوقات محبت اور پیار میں ایسا کہہ دیا جاتا ہے۔ تو میں نہایت عجز، محبت اور پیار سے کہتا ہوں کہ اس طرح دعائیں کریں کہ گویا اللہ تعالیٰ انہیں ماننے پر مجبور ہو جائے۔

مجبوری کا لفظ مختلف حالات میں مختلف معنی دیتا ہے مثلاً ایک شخص جو بے حد شفیق ہو اس کے متعلق جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مجبور ہو گیا تو یہ مراد نہیں ہوتی کہ آپ نے اسے مجبور کیا بلکہ اس کی اندرونی شفقت ہی اس کیفیت کی ہے کہ اس نے اسے مجبور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف: ۱۵۷) تو اس سے صاف پتہ چلا کہ رحمت کا ایک ایسا رشتہ ہے جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات تک پہنچا جا سکتا ہے۔ غلبہ مانگنا ہو تب بھی آپ رحمت کے ذریعہ پہنچ سکتے ہیں، علم حاصل کرنا ہو تب بھی رحمت کے ذریعہ پہنچ سکتے ہیں، سفر میں برکت مانگنی ہو

تب بھی رحمت کے ذریعہ پہنچ سکتے ہیں، تبلیغ میں برکت مانگنی ہو تب بھی رحمت کے ذریعہ پہنچ سکتے ہیں کیونکہ اس کی رحمت ہر دوسری صفت پر وسیع اور حاوی ہے۔

اب میں جس دعا کی تحریک کرنے لگا ہوں وہ اس سفر کے متعلق ہے جو میں چند روز تک اختیار کرنے والا ہوں۔ اس سفر کے لئے خصوصیت سے دعائیں کریں آپ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ براعظم آسٹریلیا میں سب سے پہلی احمدیہ مسلم مسجد کی بنیاد رکھی جانے والی ہے۔ یہ براعظم آج تک باقاعدہ احمدیہ مشن سے خالی تھا۔ اس سے قبل اور کوئی براعظم ایسا نہیں تھا جہاں جماعت احمدیہ کے ایک یا ایک سے زیادہ مشن قائم نہ ہو چکے ہوں، صرف یہی باقی رہ گیا تھا انشاء اللہ تعالیٰ اس سال ہم یہ کہہ سکیں گے کہ جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دنیا کے تمام براعظموں میں مساجد اور مشن ہاؤس تعمیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

آسٹریلیا براعظم بھی ہے اور ملک بھی، دونوں چیزیں یہاں اکٹھی ہوگئی ہیں لیکن میں براعظم کے نقطۂ نگاہ سے بات کر رہا ہوں ورنہ ملک تو بے شمار ایسے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتیں قائم ہو چکیں ہیں اور جماعت یہاں بھی پہلے سے قائم ہے صرف مسجد اور مشن ہاؤس کی کمی تھی جو اب انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہو جائے گی۔ یہ بہت ہی اہم ملک ہے کیونکہ مشرق اور مغرب کے درمیان یہ ایک قسم کا پل بنا ہوا ہے مشرق میں ہوتے ہوئے بھی یہ ایک مغربی ملک ہے۔

یہاں کے لوگوں کا مزاج باقی مغربی قوموں کے مقابل پر زیادہ حوصلہ افزا ہے اور مذہبی ٹالرنس Tolerance (رواداری) ان میں بہت زیادہ ہے۔ یہ ایک ایسا ملک ہے جہاں آپ کو کسی بھی نوعیت کے مذہبی فساد نظر نہیں آئیں گے کیونکہ ان سے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ ایک لمبے تجربہ کی بنا پر اختلاف رائے کا وسیع حوصلہ رکھتے ہیں۔ اس نقطۂ نگاہ سے جماعت احمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا موقع ہے۔

اس کے علاوہ فجی آئی لینڈ جسے زمین کا کنارہ کہا جاتا ہے وہاں بھی انشاء اللہ تعالیٰ جانے کا پروگرام ہے ۔ یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جہاں سے ڈیٹ لائن Date line گزرتی ہے یعنی وہ فرضی جغرافیائی خط جس پر آپ کھڑے ہو کر جتنی دفعہ چاہیں ماضی یا مستقبل میں چلے جائیں۔ ایک قدم پرلی طرف رکھیں تو کل کی تاریخ اور ایک قدم ادھر رکھیں تو آج کی تاریخ آجائے گی۔ گویا یہ وہ

ملک ہے جہاں ماضی اور مستقبل کے افق مل رہے ہیں۔ اگر چہ خط تو سمندروں پر سے ہر جگہ گزر رہا ہے لیکن ایک باقاعدہ آباد ملک فجی ہی ہے جہاں سے وہ خط گزرتا ہے، اس لئے اسے خاص اہمیت حاصل ہے اور اسی نقطۂ نگاہ سے اسے زمین کا کنارہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ زمین تو گول ہے اس کا ویسے تو کوئی کنارا نہیں ہوسکتا۔ ہاں جہاں دن رات ملتے ہیں اور جہاں تاریخیں بدلتی ہیں اس پہلو سے ایک کنارہ ضرور آجاتا ہے۔ پس اس نقطۂ نگاہ سے اسے ہمارے علم کلام میں یہ اہمیت حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا کہ

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' (تذکرہ صفحہ: ۲۶۰)

تو ظاہری معنوں میں بھی یہ ایک کنارہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو تبلیغ پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی اور اب میں بھی وہاں اسی نیت سے جا رہا ہوں کہ جماعت کو منظم کروں اور وہ ایک نئی روح اور نئے ولولے کے ساتھ بہت تیزی سے اس ملک میں روحانی لحاظ سے غالب آجائے۔ لہٰذا بہت کثرت سے دعاؤں کی ضرورت ہے کیونکہ جیسا کہ میں نے گزشتہ سفر میں تجربہ کیا تھا ہماری ساری طاقت اور ہر کام کی بنا دعا پر ہے۔ جتنی کثرت سے لوگ اللہ تعالیٰ سے نہایت عاجزی، گریہ وزاری، محبت اور پیار کی اداؤں سے مانگیں گے اتنا ہی وہ عطا کرتا چلا جائے گا اس کے ہاں کوئی کمی نہیں اس لئے احمدیوں کو ان دعاؤں میں لگ جانا چاہئے۔ ہر احمدی جو دعا کرے گا اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ضرور فضل ظاہر فرمائے گا۔ جتنی زیادہ دعائیں ہوں گی اتنے ہی زیادہ وہ فضل فرمائے گا۔

اس کے علاوہ بھی بعض ملک ہیں جہاں اس سفر کے دوران کچھ عرصہ کے لئے قیام ہوگا۔ مثلاً ایک سنگاپور ہے وہاں انشاء اللہ تعالیٰ قیام کا خیال ہے اور پھر واپسی پر آخری قدم سیلون پر رکھ کر انشاء اللہ تعالیٰ کراچی واپس آنا ہے۔

پروگرام مختصر ہے زیادہ لمبا نہیں تقریباً سوا مہینہ کا پروگرام ہوگا لیکن مصروفیات بہت زیادہ ہیں۔ ایسی جماعتیں مثلاً فجی اور آسٹریلیا والے روز روز یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ خلیفۃ المسیح وہاں ان کے پاس پہنچے اس لئے ان کا رجحان اس موقعہ پر ویسا ہی ہوتا ہے جیسے سونے کے انڈے دینے والی بطخ کے متعلق ایک شخص کا رجحان تھا۔ اس نے کہا یہ تو روز ایک انڈا دیتی ہے اب اتفاق سے قابو آئی ہوئی ہے اسے ذبح کر کے سارے انڈے اکٹھے ہی کیوں نہ نکال لوں۔ تو ایسی جماعتیں جہاں بہت دیر سے

کوئی پہنچتا ہے طبعاً اور فطرتاً ان میں یہ رجحان ہوتا ہے کہ خوب کام لیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے کام سے تو میں بالکل نہیں ڈرتا لیکن جب غیروں میں بکثرت لیکچرز ہوتے ہیں تو وہاں ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے کیونکہ میں اپنی ذات کے طور پر تو ان کے سامنے پیش نہیں ہو رہا ہوتا بلکہ جماعت احمدیہ کے نمائندہ کے طور پر پیش ہو رہا ہوں گا۔

پس اللہ تعالیٰ سے بہت دعا کرنی چاہئے کہ وہ مجھے اس نمائندگی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آج ہی مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بیرونی جماعتوں کی طرف سے بعض علمی لیکچرز رکھ دیئے گئے ہیں ان کی تیاری کا تو وقت کوئی نہیں ۔ پرسوں یا ترسوں انشاء اللہ روانگی ہے اس لئے طبعی بات ہے کہ ذہن میں کچھ فکر تو پیدا ہوتی ہے لیکن میرا گزشتہ تجربہ یہ ہے کہ اگر چہ پہلے بھی یہی حال تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے توفیق عطا فرمادی تھی اور جب وہ وقت گزر گئے تو اتنے آسان اور ہلکے پھلکے نظر آئے جیسے کوئی بوجھ ہی نہ تھا۔ یہ بوجھ تو آپ سب نے میرے ساتھ مل کر اٹھانا ہے میں نے اکیلے نہیں اٹھانا کیونکہ میں اپنی ذات کا نمائندہ نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کا نمائندہ ہوں ۔

پس بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر پہلو سے اسے بابرکت بنائے اور اس کے ذریعہ اسلام کی عظیم الشان فتوحات کی بنیادیں رکھی جائیں ۔ ایسے نئے دروازے کھلیں جن سے بڑی شان کے ساتھ نئی فتح کے علم بلند کرتی ہوئی جماعت احمدیہ نئے میدانوں میں نکل آئے اور نئی نئی قومیں فتح ہوں اور نئے نئے دل مسخر کئے جائیں اور اس حال میں خدا تعالیٰ اس سفر کو ختم کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ سفر ختم ہو رہا ہو اور اسلام کی عظیم الشان فتوحات کا آغاز ہو رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

جیسا کہ میں نے اہل ربوہ کو پہلے بھی نصیحت کی تھی کہ انہیں میرے سفر کے دوران نہایت ہی امن اور محبت سے رہنا چاہئے اور ویسے بھی آپ کا یہ فرض ہے کہ دن بدن اپنے جذبات پر زیادہ قابو پائیں اور آپ نفس امارہ پر سوار ہوں نہ کہ نفس امارہ آپ پر لیکن جب خلیفۃ المسیح مرکز سے باہر ہو تو اسے بالخصوص یہ فکر اور پریشانی ہوتی ہے کہ پیچھے بعض نادان ایسی غلطیاں نہ کریں جن سے تکلیف کی خبر پہنچے اس لئے اگر آپ عام حالات میں غصہ اور اشتعال دباتے ہیں تو وہ بھی بڑا باعث ثواب ہے لیکن ان دنوں میں اگر آپ اپنے ذاتی جذبات کو جماعتی مفاد پر قربان کر دیں تو آپ کو خاص ثواب ہو گا۔ کوئی

زیادتی بھی کرے تو صبر اور حوصلہ سے برداشت کریں خواہ یہ زیادتی اندر سے ہو یا باہر سے، خواہ آپ پر افراد جماعت کی طرف سے ہو (نعوذ باللہ من ذلک) یا بیرونی احباب کی طرف سے، ہر صورت میں نہایت ہی اچھا نمونہ صبر اور حوصلہ کا دکھائیں اور خوب دعائیں کریں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انتقام سے ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے مگر حقیقت میں جو عفو سے ٹھنڈک اور تسکین حاصل ہوتی ہے اسے انتقام کی ٹھنڈک سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ سچی دائمی اور تسکین بخش ٹھنڈک عفو سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ انتقام کی ٹھنڈک جلی جلی سی ہے، اس میں کوئی لطف نہیں ہوتا جیسے آگ جلا دے تو جلنے کے بعد جو کچھ رہ جائے اسے بھی آپ ٹھنڈک کہہ سکتے ہیں لیکن کسی چیز کو جلانے سے روک دیا جائے تو اس سے جو تسکین بخش ٹھنڈ پہنچے وہی حقیقی تسکین ہے جو عفو سے حاصل ہوتی ہے اس لئے حتی المقدور عفو سے لطف اندوز ہوں اور انتقام کی جھوٹی تسکین کا تصور بھی دل سے مٹا ڈالیں۔

دوسرا انتظامی ڈھانچہ جو پیچھے ہوگا وہ میں بیان کر دیتا ہوں۔ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مستقل ناظر اعلیٰ (مستقل ناظر تو کوئی بھی نہیں یعنی ان معنوں میں کہ اس کا ذاتی حق ہو لیکن جو چلے آرہے تھے) وہ آجکل باہر ہیں ان کی عدم موجودگی میں مکرم صوفی غلام محمد صاحب ناظر اعلیٰ کے مکمل اختیارات کے ساتھ، قائم مقام ناظر اعلیٰ ہیں۔ بعض اوقات قائم مقام کے اختیارات کم ہوتے ہیں لیکن ان کے بعینہٖ وہی اختیارات ہیں جو پورے یعنی Full Fledged ناظر اعلیٰ کے ہوا کرتے ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب امیر مقامی ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ دونوں اپنے اپنے روایتی اختیارات کے دائرہ میں رہیں گے۔ اگر مقامی طور پر کسی قسم کی کوئی مشکل ہو، کوئی مسئلہ ہو تو آپ مرزا غلام احمد صاحب کی طرف رجوع کریں۔ علاوہ ازیں مشاورتی کمیٹیاں بھی بنا دی گئی ہیں دونوں ان سے وقتاً فوقتاً استفادہ کرتے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ تو یہ وہ انتظامیہ تھی جس کا انتظام کیا جانا بھی ضروری تھا۔

مسجد مبارک میں نمازوں کے لئے مکرم صوفی غلام محمد صاحب پھر مولوی دوست محمد صاحب اور پھر حافظ مظفر احمد صاحب بالترتیب امام الصلوٰۃ ہوں گے۔ خطبہ جمعہ سے متعلق امیر مقامی کو یہ اختیار ہے کہ خواہ وہ مقررہ امام الصلوٰۃ میں سے یا ان کے علاوہ کسی اور کو مقرر کرے یا خود خطبہ دے۔ خطبہ دینا دراصل امیر کا حق ہے اس لئے وہ یہ حق خود استعمال کریں یا کسی کو تفویض کریں یہ ان کی صوابدید پر ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰؍ستمبر ۱۹۸۳ء)